رزق کا قرآنی تصوّر

تحریر: حبیب اللہ قریشی مرحوم

صاحبِ مضمون کا مختصر تعارف

چوہدری مظفر حسین صاحب (جاری کنندۂ حکمت قرآن) کے قلم سے

جناب حبیب اللہ قریشی مرحوم و مغفور ہمارے ادارے کے بانی اراکین میں سے تھے اور ۱۹۶۶ء سے لے کر تا حینِ حیات (۱۹۸۵ء) آپ آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس کے فنانشل ڈائریکٹر رہے۔ وہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کے مخلص ترین دوستوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ کئی بار ڈاکٹر صاحب کے ہاں شب گزاری کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ یوں محسوس ہوا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم پوری پوری رات ذکر و فکر اور گریہ نیم شبی میں گزار دیتے ہیں۔

حبیب اللہ قریشی مرحوم گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ مرحوم نے ان پرانے وقتوں میں ہیلی کالج لاہور سے بی۔ کام کیا جب بی۔ کام کی ڈگری نام کا حصہ بن جایا کرتی تھی۔ محکمہ ریلوے میں ملازم ہوئے اور وہیں سے بطور اکاؤنٹس آفیسر، اسسٹنٹ فنانشل ایڈوائزر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ لمبے تڑنگے، دبلے پتلے، چہرہ لمبا اور گوشت کم، آنکھیں بڑی بڑی، کافی بڑا سر۔ یہ ہے ان کا مختصر سا حلیہ۔ سادہ لباس، سادہ مزاج لیکن بے حد وسیع مطالعہ۔ جدید ترین سائنسی معلومات سے باخبر اور کمپیوٹر کے بارے میں اتنی معلومات رکھتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب کمپیوٹر کا نا [illegible] کستان میں اجنبی تھا۔

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

قرآن حکیم سے انہیں عشق تھا۔ سفر میں ہوں یا حضر میں، قرآن حکیم کا نسخہ اور ایک عدد جائے نماز ہروقت اپنے ساتھ رکھتے۔ اور جو فرصت بھی میسر آتی اس میں قرآن حکیم سے ہم کلام رہتے۔ ملازمت کے سلسلہ میں گوجرانوالہ تا لاہور بذریعہ ریل سفر کرتے اور دورانِ سفر مطالعۂ قرآن ہی میں مستغرق رہتے۔ ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم سے ان کی ملاقات اسی سفر میں ہوئی۔ جن دنوں (۱۹۴۸ء-۵۳) ڈاکٹر صاحب لاہور میں ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن اور بعد میں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں ریسرچ آفیسر تھے وہ بھی گوجرانوالہ میں ہی رہتے تھے اور لاہور آنے جانے کے لئے وہ بھی ریل کا سفر ہی اختیار کرتے۔

جب ۱۹۷۳ء میں حکمتِ قرآن کا اجراء ہوا تو میں نے قریشی صاحب سے اصرار کیا کہ وہ حکمتِ قرآن کے لئے کچھ لکھیں۔ انہوں نے میرے بار بار کے اصرار پر ایک مضمون "رزق" کے عنوان سے لکھ کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ شاید یہ آپ کے معیار پر پورا نہ اترے۔ میں مجلسِ ادارت میں صرف منتظم کی حیثیت سے شامل تھا اور مضمون کو قبول کرنا یا رد کرنا میرے اختیار میں بھی نہیں تھا۔ لیکن حادثہ یہ ہوا کہ یہ مضمون کاغذات میں کہیں ادھر ادھر ہو گیا اور مجھ سے کھو گیا۔ تلاش بسیار کے باوجود ان کی زندگی میں یہ مضمون نہ مل سکا قریشی صاحب مرحوم کو یہ بدگمانی ہی رہی کہ شاید مضمون کو غیر معیاری سمجھ کر رد کر دیا گیا ہے اس لئے شائع نہیں ہو سکا۔ اگرچہ انہوں نے کبھی اس کے بارے میں یاد دلایا نہ ہی کوئی شکایت کی۔

قریشی صاحب ۱۹۸۵ء میں رحلت فرما گئے اور دو ماہ قبل یہ مضمون میرے پرانے کاغذات میں سے اچانک مل گیا۔ پہلے تو میں نے اسے ان کی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ چھوڑا لیکن بعد میں خیال آیا کہ حکمت قرآن تو بفضلہٖ اب بھی جاری ہے، کیوں نہ اس ادارہ کے مدیران کو بھیج دوں۔ اگر آپ مضمون کی مناسب اصلاح کر کے حکمتِ قرآن میں شائع کر سکیں تو مجھے مسرت ہو گی۔

© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجسام کے معینات حیاتی و ارتقائی کو رزق لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ایک وسیع مفہوم لئے ہوئے استعمال کیا گیا ہے۔ محض اشیاءِ خورد و نوش ہی رزق نہیں، جو "مَا اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِنْ رِزْقٍ وَ مَا اُرِیْدُ اَنْ یُطْعِمُوْنِ" (الطور۔۵۷) سے ظاہر ہے۔

فضائے سماوی سے زمین پر اترنے والے اسبابِ زیست یعنی بارانِ رحمت، سورج کی حیات پرور روشنی اور حدت، ٹوٹ کر جلنے والے ستاروں کی راکھ جو زمین کی زرخیزی میں اضافہ کر رہی ہے حسبِ ارشاد ربانی "وَمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا" (الجاثیہ ۔ ۵) رزق کی مثالیں ہیں ۔ حیات بعد الموت کے لئے جنت کی نعمتوں کو بھی رزق سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ یعنی "لَھُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ○ فَوَاکِہُ وَھُمْ مُکْرَمُوْنَ ○ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ○ (الصّافات۔ ۴۱ تا ۴۳) اور "یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْھَا بِغَیْرِ حِسَابٍ" (المؤمنون۔۴۰) اور شہداء کے لئے "بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ" (آل عمران۔۱۶۹) فرمایا۔ روح کی غذا بھی رزق ہے، جیسے "مکذبین" کے متعلق فرمایا: "وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ" (الواقعہ ۔ ۸۲)

اس شعوری نظامِ کائنات میں کچھ قوتیں جاری و ساری ہیں جو اس کی ہیئتِ ترکیبی اور فناالی کی ضامن ہیں۔ ذرہ کی برقی اساس اپنے ترکیبی ہیولیٰ کے دائروں کے استقلال کے لئے ایک توازنِ مسلسل کی محتاج ہے۔ اور یہی توازن اجرامِ فلکی کی گردش کے دھن کا ضامن ہے۔ "وَالسَّمَآءَ رَفَعَھَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ" (الرحمٰن۔۷) میں اسی برقی توازن کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یعنی اس نے آسمان کو بلند کیا اور (اس میں) توازن (کا قانون) قائم کیا۔ زمین و آسمان کی تخلیق کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی ہے:

خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ ....وَ جَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِھَا وَ بٰرَکَ فِیْھَا وَ قَدَّرَ فِیْھَا اَقْوَاتَھَا فِیْ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَ ھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا ؕ قَالَتَا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ○ فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ

© rasailojaraid.com

اَمۡرَھَا (حم السجدہ: ۹-۱۱)

"زمین کو دو زمانوں میں پیدا کیا'......... اس کے اوپر پہاڑ رکھے' اس میں برکت دی اور اس میں اس کی غذائیں مقدر کیں چار زمانوں میں۔ پوچھنے والوں کے لئے اتنا کافی ہے۔ پھر وہ فضائے سماوی کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں سی تھی' تو اس کو اور زمین کو فرمایا کہ خوشی سے یا مجبوری سے تمہیں (ایک کائناتی نظام کا حصّہ) بننا ہو گا۔ انہوں نے عرض کیا ہم اپنا فرض بخوشی انجام دیں گے۔ تو ان کو سات آسمانوں میں تشکیل دیا دو زمانوں میں اور ہر آسمان کا قانون اس کی سرشت میں رکھ دیا"

ان آیات میں زمین کے لئے "اَقۡوَاتَھَا" اور آسمانوں کے لئے "اَمۡرَھَا" رزق ہی ہے جس کے طفیل شعور کی نگاہ میں ایک عالمِ رنگ و بو اور ایک جہانِ توازن و استقلال برپا ہے اور اسبابِ رزق کے حصول کے لئے ہی زندگی کو ایک ذوقِ تگ و پو عطا کیا گیا ہے' جن کے ذریعہ سے "فَالِقُ الۡحَبِّ وَ النَّوٰی" "یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ" کے مصداق جامد اشیاء سے زندگی کا ظہور کرتا ہے اور جب زندگی جبلّت کی خود کار پابندیوں سے آزاد ہو جاتی ہے اور اپنے راستے خود تلاش کرنے لگتی ہے تو رزق رسانی ایک طرح سے تلاشِ رزق پر موقوف تر ہو جاتی ہے اور اس کے انداز بھی پیچیدہ ہوتے جاتے ہیں۔ تاہم بنیادی طور پر رزق کی ضرورت وہی رہتی ہے' یعنی اجسام اپنے قیام و نمو کے لئے ہر سطح پر اس کے محتاج ہیں۔ رزق کی بقا کے لئے رزّاق مختلف طریقوں سے خونِ زندگی مہیا کرتا رہتا ہے' رُوح اور جسم کے متوازن عمل کے لئے غذا بہم پہنچاتا ہے اور موسم اور کائناتی مہالک سے پناہ دیتا ہے۔ گویا زندگی کو ایک آغوشِ مہد عطا کرتا ہے۔

رزّاق

رزّاق وہی ہے جو زندگی کا خالق ہے۔ جہاں نظامِ حیات کو ایک پیدا کرنے والے کی ضرورت ہے' وہیں اس خالق کے لئے "اَلرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ" (الذاریات-۵۸) ہونا بھی لازم ہے' کیونکہ تخلیقِ مسلسل کی احتیاجات مخلوق کو ضامنِ ربوبیت سے محروم کر کے اتفاقات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کی متحمل نہیں اور پھر

© rasailojaraid.com

بمسئولیت کے لئے تو کچھ بنیادی عطائیں بھی ضروری ہیں۔ ایک خلیہ یا جرثومہ کی بقا تو بڑی بات ہے' وہ پائیدار تخلیق بھی جو دفاع کے قدرتی حربوں سے لیس ہو کر عالمِ وجود میں آتی ہیں' ابتدائے حیات میں ایک مربوط نظامِ رزّاقی کے بغیر ماحول کے دستبرد سے مامون و مصئون نہیں رہ سکتیں۔ چنانچہ بادوباراں کے طوفانوں میں' کائناتی شعاعوں میں' تمازتِ آفتاب اور سرما کی برفیلی ہواؤں میں' اپنے اور غیر جنس کے دندانِ آز میں' زندگی کو محو کر دینے کی جو بے رحم قوت موجود ہے اس سے محفوظ کرنے کا رفیق و شفیق طریقۂ رزّاقی اور سایۂ عاطفت فراہم کر دیا گیا ہے۔

زندگی کی نچلی سطحوں پر بقائے نوع کے لئے جبلی ساختیں ایک حد تک ممد ہوتی ہیں' مگر خود شعورِ انسانی کی سطح پر نظامِ معیشت اتنا سادہ نہیں رہتا اور آج کا انسان تو اپنے آپ کو ایک بے قید اور ظالم معاشی ماحول میں گرفتار پاتا ہے' جہاں کوئی ڈارون کا متبع "تنازع للبقاء" اور "بقائے اصلح" کے فلسفوں میں الجھ کر انسان اور حیوان کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا نظر آتا ہے تو کوئی وجدان سے محروم سارتری اپنی تہی دستی اور کوتاہ بینی سے اس محبت بھری کائنات میں بستے ہوئے تنہا خلاؤں میں موہوم زندگی بسر کر رہا ہے۔ ان پریشان خیالوں کی وجہ یہ ہے کہ انسان نے مادی ترقی کر کے رزق کے اعلیٰ پیداواری طریقے تو ایجاد کر لئے ہیں مگر اسی مناسبت سے اخلاقی و روحانی مدارج طے نہیں کئے' جن کی بنا پر اس پیداوار کو رزاق کے قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے اور صرف میں لایا جائے۔

رزق پانے والا انسان

دانشوروں' ماہرینِ اقتصادیات اور سیاسی زعماء کی چیرہ دستیوں کے باوجود' بلکہ انہی کے توسط سے' رزّاقِ حقیقی ابھی تک مخلوق کو رزق دیئے جا رہا ہے' مگر انسانی فساد کی چھاپ اس داد و دہش پر نمایاں ہے۔ سرمایہ پرستوں کی جمہوریت ہو' شہنشاہی ہو یا جُہلاء کی آمریت' سب اقتدار پسندوں کی مسخ شدہ فطرت کے چلن ہیں۔ اور ع "بندہ ہے کوچہ گرد ابھی خواجہ بلند بام ابھی" شہروں کی غلیظ بدرووں میں بسنے والے جرائم پیشہ نوجوان دُخان آلود مسموم ہواؤں میں سانس لیتے ہوئے اور مشقت پر مجبور "آزاد" مزدور' زمیندار' یا پارٹی کی ہوس ناکیوں سے زمین بوس ہوتے ہوئے مزارعین' زندگی کی ہر سہولت سے

© rasailojaraid.com

محروم اور پامال نسلیں، جن کی حیات زمین کا ناسور ہے اور جن کی تولید و تناسل ایک بے نام روگ یا انسانیت کے اجتماعی ظلم کے بھیانک مظاہرے ہیں۔ اور یہ وہی انسان ہے جس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (بنی اسرائیل ۔ ۷۰) کہ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری میں سواریاں عطا فرمائیں، پاکیزہ اشیاء سے رزق عنایت کیا اور اپنی مخلوق کے ایک بڑے حصے پر ایک گونہ فضیلت دی"۔ عطاءِ رزق کا تو یہ عالم کہ: "...... آسمانوں سے مینہ برسا کر پھلوں سے تمہارے لئے رزق نکالا، سمندروں میں سفر کرنے کے لئے جہاز چلنے کے اصول بنائے، دریا تمہارے لئے مسخر کر دیئے، سورج چاند تمہارے خادم بنا دیئے اور رات اور دن تمہارے لئے کام پر لگا دیئے، غرض کہ جو کچھ تم نے مانگا ہم نے دے دیا"۔ (ترجمہ آیات ۳۲ تا ۳۴، سورۂ ابراہیم) اور اپنے دوست دشمن، عرب و عجم، گورے کالے کو بلا تمیز اپنی عطاؤں سے نوازا: "كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا" (بنی اسرائیل ۔ ۲۰) اور انسان کی بے لگامی پر ذرا سی قید لگائی: "وَ ابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ۝" (القصص ۔ ۷۷) یعنی "اللہ کی دی ہوئی متاع سے آخرت کا سامان بھی کر اور اپنی دنیا کا حصہ لینا بھی نہ بھول اور جیسا اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تو بھی اس کے بندوں سے نیکی کر اور زمین پر فساد کی راہیں تلاش نہ کر کہ وہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ لیکن انسان نے سرکشی کی اور ایسا فساد برپا کیا کہ بحر و بر کانپ اٹھے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ" (الروم ۔ ۴۱)

پیداوار اور اس کی تقسیم

علم الاقتصاد کی زبان میں وہ عناصر جن پر پیداوار کا انحصار ہے کہنے کو تو چار ہیں، یعنی (i) فطری عوامل (Land) (ii) محنت (Labour) (iii) اپنی انتظامی قابلیت

© rasailojaraid.c

(Entrepreneur) اور (iv) سرمایہ (Capital) لیکن اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو دو ہی فریق رہ جاتے ہیں' یعنی فطرت کی عطا اور انسان کی محنت۔ کیونکہ محنت اور انتظامی قابلیت انسان ہی فراہم کرتا ہے اور سرمایہ ماضی کی پیداوار کا ملغوبہ ہے جس کے پیدا کرنے میں دو ہی عناصر کار فرما تھے' یعنی قدرت کی عطائیں اور انسان کی کاوشیں۔

اب اسبابِ معیشت کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو کہ فطرت نے از خود کیا کچھ مہیا کر رکھا ہے:

۱۔ زمین کی سطح جو رہائش کے لئے ضروری ہے اور انسان کو اپنے گھر اور پیداواری عمل کے لئے کارخانے وغیرہ بنانے کی جگہ فراہم کرتی ہے۔

۲۔ قدرت کے مدفون ذخائر یعنی پانی' لوہا' کوئلہ ' چونا' مختلف دھاتیں ' تیل' گیس اور مختلف قیمتی پتھر وغیرہ۔

۳۔ دریا اور آبشاریں جو قوت کے سرچشمے ہیں۔ جنگلات' قدرتی پھول' پھل' حیوانات اور سمندر کی مچھلیاں وغیرہ۔

۴۔ آفتاب کی گرمی' روشنی' ہوائیں۔

اب جو مالک اپنے خادموں کو اتنی ساری چیزیں مفت مہیا کرتا ہے اور وہ خادم اس خام مال سے اپنے لئے سامانِ معیشت پیدا کرتے ہیں تو جب وہی مالک مطالبہ کرے کہ اس پیداوار میں خود اس کا بھی ایک حصّہ مقرر رکھو تو کسی خود ساختہ معیارِ عقل کی رُو سے بھی یہ مطالبہ ناجائز نہیں ہو گا' رہا یہ سوال کہ وہ مالکِ حقیقی تو خود غنی ہے اور سب اس کے محتاج ہیں وہ اپنا حصّہ کیوں مقرر کرنے لگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس کی رزاقی کا طریقہ ہے کہ اپنے نام پر بندوں کے لئے مانگتا ہے کہ پیداوار کی تقسیم میں ایسے لوگوں کو بھی حصہ ملے جو اتفاقات یا اپنے ہم جنسوں کی سازش کے نتیجہ میں محتاج ہو کر زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں' مگر دولت والے یوں بھی کہنے لگتے ہیں: "اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ" (یٰسٓ ـ ۴۷) "کیا ہم ان لوگوں کو کھلائیں پلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود روزی دیتا"۔

کسی اجتماعی نظام کو سمجھنے کے لئے اپنے جسم کے نظام پر نظر کر لینا کافی ہے۔ خونِ حیات کی ضرورت سارے اعضاءِ جسمانی کو ہے' ہاتھ پاؤں اور دماغی صلاحیتوں کے بل پر

© rasailojaraid.com

روزی کمائی جاتی ہے، منہ سے کھانا کھایا جاتا ہے اور معدہ 'انتڑیاں، جگر، پھیپھڑے اور دل ا۔ اپنے فرائض ادا کرکے اس خوراک سے سارے اعضاء کو حسبِ ضرورت خون فراہم کرتے ہیں۔ اب اگر ہاتھ پاؤں کمانے سے انکار کر دیں یا منہ اور معدہ ہضم کی مشقت سے کترا جائیں اور کہنے لگیں کہ جس عضو کو ضرورت ہو خود اپنی غذا بلا واسطہ حاصل کرے تو ظاہر ہے کہ تمام جسم بیمار ہو کر موت کے منہ میں جا گرے گا۔ انسانیت کی تمام سیاسی اور معاشی الجھنوں کی تہ میں یہی کیفیت نظر آئے گی۔ ایک طبقہ دوسرے کے لئے اس امید پر کام کرتا ہے کہ پیداوار میں اس کو مناسب حصہ ملے، لیکن اس میں مایوسی ہوتی ہے تو اِدھر ہڑتالیں اور اُدھر تالہ بندیاں شروع ہو جاتی ہیں اور نتیجۃً انقلابات برپا ہوتے ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بین الاقوامی جنگوں اور طبقاتی کشمکش نے جہاں غریبوں کو افلاس کی چکی میں پیسا ہے وہاں صاحبِ اقتدار طبقوں کی بھی راتوں کی نیندیں حرام کی ہیں۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کو ایک جسدِ واحد بننے کا حکم دیا گیا ہے کہ جب اس کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم رات کو جاگتا ہے اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ رحمۃٌ لِلعالمین ؐ نے فرمایا کہ تم کو فطرت کی جانب سے مدد دی جاتی ہے اور رزق تو صرف ضعیفوں کی وجہ سے ہے اور تم تو محض تقسیم کے آلہ کار ہو--------- ورنہ حقیقت یہ ہے کہ "وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا" (ھود:٦) اور یہ کہ "نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا" (الزخرف۔۳۲) یعنی خود ہم ہی نے ان کے درمیان اسبابِ معیشت کی تقسیم فرمائی۔

اور یوں بالواسطہ مادی اسبابِ معیشت کی تقسیم سے روحانی اصلاح کا مقصدِ حقیقی بھی پورا ہوتا ہے: وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر۔۹ التغابن ۔ ۱٦) یعنی جو نفس کے بخل سے بچ گیا وہ نجات کا مستحق ہوا۔ اور ایک دوسرے کی تکلیف میں مدد کرنے سے جذبۂ ایثار پیدا ہوتا ہے جو معاشرہ کے امن و سکون کے لئے ضروری ہے: "یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَ لَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ" "وہ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود تنگی سے گذاران کریں"۔ کیونکہ بلاواسطہ رزق سب کے لئے اگر یکساں فراہم کر دیا جاتا تو جنگل کے درندوں کا سماں پیدا ہو جاتا: 'وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ" (الشوریٰ۔۲۷) ------ کمزور

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

بالکل طاقتور کے رحم و کرم پر ہوتے جیسے جنگل میں درندے اور حیوان۔ پھر مار دھاڑ کے علاوہ انسان کا مشغلہ ہی کیا رہ جاتا۔ اس طریقہ سے فساد فی الارض کے امکانات کم ہو گئے ہیں اور انسان اخروی زندگی کی نعمتوں کا مستحق قرار پایا ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (القصص۔۸۳) "ہم نے یہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے"۔

انفاق فی سبیل اللہ کو جو زکوٰۃ سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس لفظ کا لغوی معنی نشوونما یا بالیدگی ہے (آج کل کے محاورہ میں ارتقاء)۔ گویا جہاں خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے (اور اس کا ثبوتِ ظاہری معاشیات کا Multiplier Effect ہے) وہیں خرچ کرنے والے کا روحانی ارتقاء بھی ہوتا ہے' بلکہ بمصداق "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" (آل عمران۔۹۲) کوئی خوبی تم میں پیدا ہی نہیں ہو سکتی جب تک اپنے محبوب مال سے خرچ نہ کرو۔

اور خرچ کرو تو لینے والے سے نہ بدلہ چاہو' نہ شکر گزاری کے متمنی ہو' اس لئے فرمایا: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (الدہر۔ ۸'۹) "وہ خدا کی محبت کی بنا پر مسکین' یتیم اور گرفتارِ بلا کو کھانا کھلاتے ہیں (اور نیت یہ رکھتے ہیں) کہ ہم تم کو اللہ کے لئے کھلا رہے ہیں' نہ تم سے بدلہ کے خواہاں ہیں نہ شکر گزاری کے"۔ پھر فرمایا: هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اللّٰهُ الْغَنِىُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد۔۳۸) "تم تو ایسے ہو کہ جب تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تم میں سے کچھ لوگ بخل کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جو تنگ دلی کرے گا وہ تو اپنے آپ پر (خرچ کرنے پر) بخل کر رہا ہے' کیونکہ اللہ تو غنی ہے اور تم محتاج!"

معاشیات والے کہتے ہیں کہ ہر عملِ انفاق اضعافی عمل (Multiplier Effect) سے کئی گنا قومی آمدنی کا موجب ہو جاتا ہے اور یہ کہ مال کا جمع کرنا اسی نسبت سے قومی آمدنی میں کئی گنا کمی کا باعث ہوتا ہے اور حدیث قدسی ہے: اَنْفِقْ يَا بْنَ اٰدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

"خرچ کر اے بنی آدم تجھ پر خرچ کیا جائے گا"۔

کیفیتِ انفاق

کیا اور کیسے خرچ کیا جائے؟ فرمایا: وَ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ۔ ۲۱۹) "اور یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو دے ڈالو"۔ قانونِ الٰہی پر چلنے والوں کی ضرورتیں کیا ہوں گی؟ یہ نہیں کہا جا سکتا' کیونکہ ضرورت کی اشیاء (Necessaries) کی ایسی فہرست نہیں بنائی جا سکتی جو ہر طبقہ کے لئے کار آمد ہو۔ اقتصادیات میں ضروریات کو اضافی (Relative) قرار دیا گیا ہے جو ہر زمانہ' ہر ماحول اور معاشی درجات کے لحاظ سے مختلف ہوتی رہتی ہیں۔

اسلامی معاشرہ میں نہ خالی خولی نمود و ریا اور غرور و تکبر کے لئے گنجائش ہے' نہ مسلمان دولت کے بل پر غریبوں کے ضمیر اور عزتوں کے سودے کر سکتا ہے' نہ فساد برپا کر سکتا ہے اور نہ شراب' جُوا اور دیگر بے اعتدالیوں پر مال ضائع کر سکتا ہے' نہ وہ مخلوقِ خدا کو اپنی داد و دہش سے اپنی خدائی کا قائل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو جب اسے حکم دیا گیا ہے کہ ضرورت سے زائد مال اپنے پاس نہ رکھو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو کس طرح خرچ کرے؟ جب کہ "لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا" (بنی اسرائیل۔۲۶) کے حکم کے مطابق جائز ضرورت پر بھی فضول خرچی یا اسراف منع ہے۔

قومی آمدنی اور قومی اخراجات (National Income and National Expenditure) ایک ہی مسئلہ کے دو رخ ہیں' یعنی ایک شخص یا طبقہ کے اخراجات سے دوسرے طبقہ کی آمدنی وجود میں آتی ہے' لہٰذا انفاق کی جائز صورت کو سمجھنے کے لئے صَرف کی جائز صورتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اسلام اس کے دو اصول بیان کرتا ہے: (۱) اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ" (المائدہ۔۵) "تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں"۔ (۲) لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ (النساء۔۲۹) "اپنے اموال آپس میں باطل طریقوں سے مت کھاؤ' مگر یہ کہ باہمی رضا مندی سے لین دین ہو"۔ باطل کے مفہوم کو ناجائز یا باہمی نا رضامندی کے

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

لین دین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ پیشہ وارانہ بھیک مانگنا، سود، جُوا، احتکار کا منافع، چوری، رشوت کی کمائی وغیرہ سب کے سب اس میں شامل ہیں۔ تجارت میں اشیاء اور خدمات (Goods and Services) یعنی مال کی قیمت اور محنت کی اُجرت کا لین دین شامل ہے۔ "عَنْ تَرَاضٍ" کی شرط سے دھوکا، فریب، ملاوٹ، کم قیمت مال کو بہتر بتانا، کم تولنا، کم ناپنا، مزدور کی بے کسی و بے بسی سے فائدہ اٹھا کر محنتانہ میں کمی کرنا اور سٹہ بازی وغیرہ کے جتنے طریق آج کل مروّجہ ہیں سب کا استیصال مقصود ہے۔ اور جہاں ان ناجائز طریقوں سے کمانا منع ہے وہیں ان کا دوسرا فریق بننا بھی جرم ہے اور انفرادی و اجتماعی کوششوں سے ان افعال کو ناممکن بنانے کی کوشش مستحسن ہے۔

مقدّم الذکر اصول میں پاک چیزوں کی حِلّت کی تخصیص کر کے کچھ نجس چیزوں کا استعمال ممنوع قرار دے دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بہترین رزق وہ ہے کہ اپنی محنت سے پیدا کیا جائے۔ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَّاکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ "اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانے والے سے کوئی بہتر خوراک نہیں کھاتا"۔ مزید فرمایا: لَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَیْئًا "کسی سے کچھ نہ مانگو" اِلَّا اَنْ یَّسْئَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْ فِی اَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْہُ "مگر یہ کہ کوئی شخص حکومت سے مانگ لے یا کسی امر مجبوری میں سوال کرے"۔ اور فرمایا: اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

ان اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو بھی خرچ کیا جائے گا وہ اللہ کی رضا مندی کے لئے سمجھا جائے گا۔ گویا مومن کا ہر خرچ انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے: "اِبْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ" "سب سے پہلے اپنے اہل و عیال کی جائز ضروریات پوری کرو"۔ اور قرآن مجید میں ارشاد ہوا: قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (البقرہ۔۲۱۵) "جب تم مال خرچ کرو تو وہ تمہارے والدین، اقربا، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کی کفالت کے لئے ہو"۔ ایسا خرچ کرنا گویا دونوں جہانوں میں جنّت کا سا سکون پیدا کر دے گا۔

خوشحالی کے زمانہ میں بھی خرچ کرنا چاہئے اور تنگی ترشی کے دنوں میں بھی۔ یعنی اس امر کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ بنک میں ہزاروں روپے جمع ہو لیں تو خرچ کی ابتداء

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

کی جائے' جو اس ارشادِ خداوندی سے ظاہر ہے: وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ○ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران ۔ ۱۳۳'۱۳۴) "اور اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف جلدی جلدی سے بڑھو اور اس جنّت کی طرف جو آسمانوں اور زمینوں کی وسعت رکھتی ہے اور متّقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے جو خوشحالی اور تکلیف دونوں حالتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ غصّہ کو پی جانے والے اور لوگوں کے قصوروں کو معاف کر دینے والے ہیں"۔ ایسے "متقیوں" کے لئے حسبِ ضرورت رزق کی ضمانت موجود ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا○ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق ۔ ۲'۳) "اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا وہ اس کے لئے (مشکلات سے) نجات کی صورت پیدا کر دے گا اور اسے ایسے ذریعہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو گا"۔

اور اس تقویٰ و توکّل اور انفاق فی سبیل اللہ کے طریق سے اعراض کرنے والی قومیں آج کل جس ذہنی بے اطمینانی اور لا یعنیت کے فلسفۂ زندگی سے دو چار ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں کہ وہ ایک مسلسل خوف اور بے یقینی کی زندگی گذار رہے ہیں' بمصداق وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ ۔ ۱۲۴) "اور جو ہمارے ذکر سے غافل ہوا اس کی معیشت تنگ ہو گئی"۔ اور اس غیر اسلامی اقتصادی ماحول میں انسان کو کبھی برتری کا اور کبھی کمتری کا احساس کج روی پر مجبور کرتا ہے: فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ○ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ○ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ○ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ○ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا○ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا○ (الفجر: ۱۵ تا ۲۰) "تو جب انسان کو پروردگار آزمائش میں ڈالتا ہے اس کو عزت دے کر اور نعمت دے کر تو وہ (غرور سے) کہتا ہے مجھے میرے ربّ نے برتری عطا کی۔ اور جب اس کے رزق میں کمی کر کے اس کا امتحان لیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے مجھے میرے ربّ نے ذلیل کر دیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں' حقیقت یہ ہے کہ تم (اپنے معاشرے کے) یتیموں کی عزت نہیں کرتے اور مسکینوں کو کھلانے پلانے پر ایک

© rasailojaraid.com

دوسرے کو آمادہ نہیں کرتے' مرنے والے کی متروکہ جائیداد ساری کی ساری ہضم کر جاتے ہو (جائز ورثاء میں تقسیم نہیں کرتے) اور اپنی ساری خواہشات کا مرکز مال و دولت ہی کو بنا لیتے ہو"۔

گویا "عُسر و یُسر" کی ان ابتلاؤں کا حل ہی یہ ہے کہ مال کو محبت کا مرکز نہ بنا لیا جائے۔ دولت کے ارتکاز کو روکنے کے لئے اوّل تو اسے ورثاء میں تقسیم در تقسیم کر کے معاشرہ میں پھیلا دیا جائے' پھر یتیموں کو جو بے سہارا رہ جائیں سب لوگ اتنا دیں کہ وہ اپنا معزز مقام حاصل کر لیں' پھر بھی جو مسکین پایا جائے اور کسی وجہ سے زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے اس کو تلاش کر کے دوسروں کی مدد سے مال و دولت سے بے نیاز کر دیا جائے' تاکہ وہ بھی تمہارے شانہ بشانہ اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں سے برادری' قوم اور ملک کو مالا مال کرے۔ ایسے شخص کو کچھ دے کر اس سے شکریہ کی امید و آرزو کرنا یا معاوضہ طلب کرنا اس کی عزتِ نفس کو مجروح کرنا ہے۔ اس کو اس طرح سے دو گویا اس کو خود اللہ نے تمہارے ہاتھ سے دلوایا ہے۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ مسکین پیشہ ور گداگر کو نہیں کہتے' بلکہ مسکین باوجود کوشش کے اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتا اور لوگوں سے مانگتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہے' صرف اس کے قریبی' ہمسائے یا قیافہ شناس لوگ ہی اس کے متعلق علم رکھتے ہیں۔ حدیث میں مسکین کی نشاندہی یوں کی گئی ہے کہ مسکین وہ نہیں جو گھر گھر ٹکڑے مانگتا پھرے بلکہ وہ ایسا شخص ہے جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو اور لوگوں کو اس کا حال ہی معلوم نہ ہو کہ اسے صدقات و خیرات دیں اور وہ کھڑا ہو کر سوال بھی نہ کرے۔ اور قرآن مجید میں یوں مذکور ہے: **تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ** (البقرہ: ۲۷۳) "اور تم ان کی پیشانی سے ان کو پہچان لیتے ہو" یہ ہمیشہ یاد رہے کہ یہ لینا اور دینا ایک ایسے ماحول میں ہو کہ نہ کوئی دینے والا تکبّر میں مبتلا ہو' نہ لینے والا ذلت محسوس کر کے حسد کی آگ میں رہے۔

حضورؐ نے فرمایا: **تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِي اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ** "فروتنی اختیار کرو حتّٰی کہ (صاحبِ جاہ و حشمت) دوسروں پر تفاخر و تکبر نہ کر سکے اور (بے زر مفلس) دوسروں پر بغاوت نہ کرنے لگے"۔ کمانے والے کی ذاتی ملکیت کا بہر حال احترام رہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: "**وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ**

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ اسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ"(النساء۔۳۲) "اور اس مال کی (حسد سے) تمنا نہ کرو جس کی وجہ سے اللہ نے تم سے کچھ لوگوں کو بعض دوسروں پر فضیلت عطا کی ہے۔ مرد ہو یا عورت جو کچھ انہوں نے کمایا ان کی ملکیت ہے"۔ اور ایک جگہ فرمایا: لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم۔۳۹) "انسان کو وہی کچھ ملنا چاہیے جس کے لئے اس نے محنت کی ہو"۔

اور سرمایہ داری جرم نہیں' بلکہ دولت کی بنا پر دوسروں کو حقیر سمجھنا اور مال کے ساتھ جو قوت اور ایک طرح کی برتری حاصل ہو جاتی ہے اس کا ناجائز استعمال گناہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (البقرہ۔ ۲۷۹) "اور جب (سود وغیرہ سے) باز آ جاؤ تو یہ تمہارا سرمایہ تمہاری ملکیت ہے۔ نہ تم (اس کے ذریعہ) لوگوں پر ظلم کرو' نہ تم پر (سرمایہ سے محروم کر کے) ظلم کیا جائے"۔

یوں اسلامی معاشرہ ایک سرمایہ دار معاشرہ ہے' جس میں ذاتی ملکیت کو مکمل احترام حاصل ہے۔ دنیا کا فیشن کچھ ہی ہو جائے' جب تک ایک بھی مسلمان روئے زمین پر باقی ہے اسے اس یقین سے کوئی محروم کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ مگر وہ کس شان کی سرمایہ داری ہے' آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ا) لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا (النور۔۶۱)

"اندھے' لنگڑے' لولے اور مریض پر (تمہارے گھروں سے کھا پی لینے میں) کوئی حرج نہیں۔ اور تم اپنے گھروں سے' اپنے باپ دادا کے گھروں

© rasailojaraid.com

سے ' اپنی ماؤں کے گھروں سے ' اپنے بھائیوں کے گھروں سے ' اپنی بہنوں کے گھروں سے ' اپنے چچاؤں کے گھروں سے ' اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے ' اپنے ماموؤں کے گھروں سے ' یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے بلا تکلف کھا پی سکتے ہو۔ (اس کے علاوہ) ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے بھی کھا پی سکتے ہو۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ پیو یا الگ الگ ہو کر"۔

(۲) فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ○ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○ (البلد - ۱۱ تا ۱۶)

"پس وہ (انسان) دشوار گزار گھاٹی پر نہ چڑھ سکا۔ اور تم کیا سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ غلام کی گردن آزاد کرنا (یعنی غلامی کا انسداد) 'یا بھوک کے دنوں میں قریبی یتیم اور خاک میں ملے ہوئے مسکین کو کھلانا پلانا"۔

(۳) وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ○ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ○ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ○ (الھمزہ - ۱ - ۳)

"اس طعنہ باز عیب چین پر افسوس ہے جو مال و دولت جمع کر کے اس کا حساب کرتا رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ مال اس کا اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گا"۔

(۴) مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

"جو مال تمہارے پاس رہا وہ ختم ہو گیا' مگر جو اللہ کے لئے دے دیا گیا وہ باقی رہ گیا"۔

(۵) اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِیْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (متفق علیہ ' عن ابی ہریرہؓ)

"بیوہ اور محتاج کے آرام کی کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے"۔

(۶) وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِیْمَ اَنْفَقَهٗ (رواہ الترمذیؒ) عن

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

عبداللہ بن مسعودؓ)

"اور مال کے بارے میں (پوچھا جائے گا) کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا"۔

(۷) يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ (رواہ مسلم والترمذی' عن عبداللہ بن الشخیرؓ)

"ابنِ آدم کہتا ہے کہ میرا مال' میرا مال ------ لیکن اے ابنِ آدم' تیرے مال میں سے تیرا کچھ بھی نہیں ------ سوائے اس کے جو تو نے کھا پی لیا' پس اسے تو نے ختم کر دیا' یا جو کچھ تو نے پہن لیا پس اسے بوسیدہ کر دیا' یا جو تو نے صدقہ کر دیا پس اسے (آخرت کے لئے) محفوظ کر لیا"۔

© rasailojaraid.

اعلان داخلہ

(دینی تعلیم کا ایک سالہ کورس)

قرآن اکیڈمی کی ایک اہم تعلیمی اسکیم' ایک سالہ کورس کے پہلے سمسٹر میں (جو چھ ماہ پر محیط ہوگا) آئندہ داخلوں کے ضمن میں یہ بات نوٹ کر لی جائے کہ نظر ثانی شدہ پروگرام کے مطابق اب یہ داخلے تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے بعد یعنی اواخرِ اپریل میں ہوں گے لہٰذا داخلے کے خواہش مند طلبہ ۲۰ر اپریل تک اپنی درخواستیں بھجوا سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس کورس میں ترجیحاً گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے' تاہم استثنائی صورت میں انڈر گریجویٹ طلبہ کی درخواستیں بھی زیر غور لائی جا سکتی ہیں۔

(نوٹ: تفصیلات کے خواہش مند حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر پراسپکٹس طلب کریں)

المعلن: ناظمِ قرآن کالج' ۱۹۱۔ اے' اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور

© rasailojaraid.